© rasailojaraid.com

مولانا غلام رسول مہر کا سفر نامۂ حجاز

زاہد منیر عامر

استاد شعبہ اردو اورنٹیئل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

تحرک میں راز حیات پوشیدہ ہے اور سفر تحرک کی علامت 'انجماد پانی میں ہو تو تعفن پیدا کرتا ہے' حیات انسانی میں ہو تو بے ثمری۔ سفر دو سطحوں پر کیا جا سکتا ہے۔ ایک سطح تو خارج کی ہے جس میں ہم ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف حرکت کرتے ہیں اور دوسری سطح باطن کی ہے جہاں ہم آرزوؤں اور امنگوں کے جلو میں نئی دنیاؤں کی تسخیر کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ خارج کا سفر' در حقیقت اسی داخلی سطح سفر کی تجسیم ہوتا ہے۔ داخل کی دنیا میں جب روحانی رفعت کی تمنا پروان چڑھتی ہے تو مسافر مقدس مقامات کے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔ آج کی صحبت میں ہم ایک ایسے ہی مسافر کے سفر سے آشنائی حاصل کر رہے ہیں جس نے اپنے باطن کی تمنائے سفر کو ارض پاک حجاز کی مسافرت کا روپ عطا کیا۔

برعظیم پاکستان و ہند کی قومی علمی اور صحافتی زندگی سے آشنا سماعتوں کے لیے مولانا غلام رسول مہر کا نام نامانوس نہیں۔ تیس کے قریب علمی و ادبی تصانیف و تالیفات اور چالیس کے قریب اردو تراجم' روزنامہ زمیندار اور روزنامہ انقلاب جیسے عہد آفرین اخباروں کی ادارت مولانا مہر کی شخصیت کے معروف حوالے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں متعدد ملکی اور غیر ملکی اسفار کیے جن میں یورپ' برطانیہ' مصر' روم اور افغانستان وغیرہ کے اسفار شامل ہیں' لیکن یہاں ہم ارض تمنا سرزمین مقدس حجاز کے سفر کا جائزہ لے رہے ہیں جو انہوں نے ۱۹۳۰ء میں حج بیت اللہ کے فریضے کی ادائیگی کی غرض سے اختیار کیا۔ مولانا غلام رسول مہر اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ حجاز تشریف لے گئے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب شریف مکہ کی حکومت کے خاتمے اور سلطان ابن سعود کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے' بعد ہندوستان میں حجاز کے بعض مقدس مقامات کو نقصان پہنچنے کی اطلاعات آ رہی تھیں۔ ان اطلاعات کی حقیقت جاننے کے لیے مرکزیہ مجلس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت نے مولانا ظفر علی خان، شعیب قریشی اور مولانا محمد عرفان پر مشتمل ایک تحقیقاتی وفد حجاز روانہ کیا تھا۔ مولانا مہر اس وفد میں مولانا ظفر علی خان کے رفیق سفر کی حیثیت سے ۲۶/اکتوبر ۱۹۲۵ء کو ^۱ ہندوستان سے روانہ ہوئے اور تین ماہ حجاز مقدس میں گزارنے کے بعد ۲۶/جنوری ۱۹۲۶ء کو جدہ سے واپس عازم ہندوستان ہوئے ^۲ اس سفر میں وہ عدن، رابغ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ "یہ فخر مولانا مہر کو حاصل ہوا کہ (انہوں نے) روضہ اطہر کے اوپر تک پہنچ کر اس امر کا جائزہ لیا کہ اس سلسلہ میں ہندوستان پہنچنے والی خبروں میں کہاں تک صداقت موجود ہے الحمد للہ کہ یہ خبر (یں) غلط ثابت ہوئیں ^۳۔

مولانا غلام رسول مہر کا دوسرا اور اس وقت ہمارا اصل موضوع سخن سفر حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کے لیے کیا گیا انہوں نے یہ سفر ۱۹۳۰ء میں اختیار کیا وہ ۲۰/اپریل ۱۹۳۰ء کو لاہور سے اور ۲۳/اپریل کو کراچی سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے اور ۷/جون ۱۹۳۰ء کو واپس کراچی اور ۹/ کو لاہور پہنچے۔

مولانا غلام رسول مہر حسب معمول اپنے اس سفر کی روداد بھی دوران سفر ہی میں قلمبند کرتے رہے جو ان کی واپسی سے قبل ہی ان کے اخبار 'روزنامہ انقلاب میں شائع ہونا بھی شروع ہوئی مولانا کے اس سفر حجاز کی روداد کی اولین قسط ۲۹/اپریل ۱۹۳۰ء کے انقلاب میں شائع ہوئی اور اس کے بعد ۲۹/مئی، ۳۰/مئی، ۱۴/، ۱۵، ۲۲، ۲۴، اور ۲۹/جون، ۶، ۸، ۱۳، ۲۰ اور ۲۳/جولائی کی اشاعتوں میں یہ سفر نامہ مکمل ہو گیا۔ اس سفر کے قریباً نصف صدی کے بعد ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب نے مولانا کے سفرنامے کی ان اقساط کو مرتب کر کے کراچی سے ۱۹۸۴ء میں کتابی صورت میں سفر نامۂ حجاز کے نام سے شائع کر لیا۔

اس سفرنامے میں اگرچہ مسافر کی نظر زیادہ تر خارجی احوال و کوائف پر مرکوز نظر آتی ہے۔ لیکن بین السطور کچھ ایسی علامات بھی موجود ہیں جن کی مدد سے ہم اس مسافر حجاز کی شخصیت اور سیرت اور اس کے محبوب نظر مقامات اور ان مقامات کے نظارے سے وارد ہونے والی کیفیات کا سراغ لگا سکتے ہیں۔

سب سے پہلے مہر صاحب کی شخصیت: مہر صاحب ہندوستان کے ایک بہت بڑے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اخبار کے ایڈیٹر تھے جن کی رائے کو سارے ہندوستان میں خاص اہمیت حاصل تھی اس اعتبار سے اگر ان میں ادعا اور تحکم کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو یہ کچھ تعجب خیز نہ ہوتا، لیکن اس سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ وہ اس سفر میں سیاسی گفتگوؤں سے مجتنب رہنے کے آرزو مند ہیں لیکن جب بعض احباب کے پاس خاطر سے انہیں اس دلدل میں اترنا پڑتا ہے تو وہ سخت گیری کا رویہ اختیار نہیں کرتے، بلکہ کہتے ہیں :

اگرچہ "میرے پاس وقت نہیں ہے تاہم اس بات کے لیے تیار ہوں کہ جو کچھ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا وہ آپ مجھ سے اس قلیل فرصت میں سمجھ لیں ۴" اسی طرح جب ان تک ان کے بارے میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا یہ تبصرہ پہنچایا جاتا ہے کہ "مہر بری بلا ہے" تو وہ اسے مولانا کا "حسن ظن" قرار دیتے ہیں اور اپنی بابت نااہلی اور نا قابلیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ۵

سفر میں انسان کی طبیعت کے بیشتر ملمعے اتر جاتے ہیں اس سفر نامے میں مہر صاحب بظاہر خود مرکزیت کا شکار نظر نہیں آتے، لیکن وہ دوسروں کی خود مرکزیت کا شکوہ کرتے ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً اپنے ایک رفیق سفر کی طرف سے شدائد سفر کی اس شکایت پر کہ "پھرتے پھرتے پریشان ہو گیا ہوں" ۶ وہ یہ تبصرہ کرتے ہیں۔ "گویا ان کے سوا نہ کوئی پھرا اور نہ پریشان ہوا" یہ گویا مولانا مہر کی طرف سے ایک لطیف طنز ہے۔ اپنے رفیق سفر کے اس احساس پر جس کی حدیں اپنی ناک تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں.

وہ ایک تغیر پسند مزاج رکھتے ہیں اور کیوں نہ ہو یہ عین فطری بات ہے اور پھر سفر تو ہے ہی تغیر کا دوسرا نام مہر صاحب کی تغیر پسندی اور یکسانیت سے بے زاری کا اظہار خاص طور سے اس مقام پر ہوا ہے۔ جہاں انہوں نے سمندر کی بے کرانی کے مقابلے میں اس کے منظر کی یکسانی کو اپنا موضوع بنایا ہے : "چار روز تک طبیعت بہت مضطرب رہی پانچ سمت پانی اور اوپر آسمان تھا اس منظر میں بال برابر بھی تغیر پیدا نہ ہوا۔ میں نے ایک روز گھبرا کر کہا کہ خدا کرے سمندر میں طوفان آجائے تاکہ کچھ تو تبدیلی رونما ہو۔" ۷

سفر میں بعض اوقات حقائق انسان کے قیاسات اور اندازوں سے متصادم ہو جاتے ہیں، ایسے مواقع پر پیچیدہ شخصیات کے حامل لوگ اپنے قیاسات کی تاویل کیا کرتے ہیں اور اندازے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلطی کو کسی اتفاق یا حادثے سے تعبیر کرنا چاہتے ہیں، مہر صاحب ایسا نہیں کرتے عرفات سے واپسی پر جب وہ اپنے ایک رفیق سفر کی رائے کے برعکس مزدلفہ کے لیے پیدل روانہ ہو گئے تو راستے ہی میں انھیں "قدر عافیت معلوم ہو گئی" ۸۔ انہیں اپنی رائے کی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اس کی تاویل کرنے کی بجائے اسے تسلیم کرنے کا رویہ اختیار کیا۔

وہ ایک ہمدرد انسان ہیں جو دوسروں کی تکالیف اور دشواریوں میں ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں ان کا جی چاہتا ہے کہ کسی بھائی کو تکلیف ہو تو اس کی تخفیف کے لیے کوشش کی جائے ۹۔ طواف بیت اللہ کے دوران جب مستورات کے گروہ آتے ہیں تو وہ ان کے تحفظ کی خاطر، مبادا وہ مردوں کے ہجوم میں الجھ جائیں، اپنے ہاتھ پھیلا کر راستہ خالی کرواتے ہیں ۱۰۔ (اگرچہ مصری مستورات اس کے باوجود خود انھی کو دھکا دے جاتی ہیں) یہ ان کے سفرنامے کا ایک دلچسپ مقام ہے۔

وہ ایک کتاب دوست اور باذوق شخصیت ہیں چنانچہ اس سفر میں بھی جو ایک خالص "عبادتی سفر" ہے، قرآن کریم کے علاوہ غالب و نظیری کے کلیات، تاریخ فقہ اسلامی، ارض القرآن، پیام مشرق اور امین ریحانی کی کتاب "ابن سعود آف عریبیا" ان کے ہمراہ ہیں۔ یہی نہیں وہ ہمیں کتابوں کی خریداری کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ باب ہشتم میں وہ بتاتے ہیں کے انہوں نے ایک دن باب السلام سے کتابیں خریدیں۔ خریدکردہ کتابوں میں متنبّی کے دیوان کا ایک نسخہ اور "قصیدہ ابن بدرون مع شرح" شامل ہیں مؤخر الذکر کے بارے میں مہر صاحب لکھتے ہیں:

"یہ غالباً وہی قصیدہ ہے جس کے متعلق حضرت علامہ اقبالؒ نے مرثیہ سسلی میں اشارہ کیا ہے۔"

آسمان نے دولت غرناطہ جب برباد کی ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی ۱۱

"یہاں ہم خوانندگان کرام سے ایک قدرے طویل جملۂ معترضہ کی اجازت چاہتے ہیں"

معلوم نہیں مہر صاحب نے ابن بدروں کا کون سا قصیدہ خریدا؟ کاش وہ کتاب کھول کر ہمیں کچھ بتاتے۔ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ عربی میں جس شاعر کے دل ناشاد نے "البشامہ" کے عنوان سے بربادی غرناطہ پر فریاد کی ہے وہ ابن بدروں نہیں بلکہ پانچویں صدی ہجری کا عرب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاعر ابو محمد عبدالمجید ابن عبدون الفہری ہے۔ جس کے مرثیے کی متعدد مشرقی و مغربی زبانوں میں شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔

عبدالملک بن عبداللہ الحضرمی بھی اس کا ایک شارح ہے جو عربی لوبیات میں ابن بدروں کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲؎ حضرت علامہ اشارۂ شاعر کی طرف کرنا چاہتے تھے لیکن اس کی جگہ شارح کا نام نظم ہو گیا ہے اور مہر صاحب بھی اس سے دھوکا کھا گئے ہیں۔

حجاز مقدس میں علی الخصوص حرم میں 'بقول قاضی سلمان منصور پوریؒ' طبیعت شعر کی طرف مائل نہیں ہوتی تاہم اس سفر نامے میں ایک مقام پر مہر صاحب ذوق کے ایک شعر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس حوالے سے انہوں نے جو تبصرہ کیا ہے وہ ان کے طرفدارِ غالب ہونے کا کھلا ثبوت ہے۔

مسافر اگر حساس ہو تو ناسٹلجیا اس کا مقدر ہوتا ہے لیکن مہر صاحب کا ناسٹلجیا ملال یاد وطن کی منزل سے آگے بڑھ کر تاریخ کے دامن میں بکھر جاتا ہے۔ وہ مقامات سے ماضی کی طرف نکل جاتے ہیں اور بسا اوقات ماضی سے یہ رجوع انہیں افسردہ کر دیتا ہے۔ یہ ان کے ملی احساس اور قومی جذبات کی واضح دلیل ہے:

> "میرے لیے عدن اور باب المندب کا نظارہ بے حد رنج افزا ہوتا ہے اس لیے کہ بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ ہند کے یہ دو اہم مقامات کبھی اسلام کی متاع تھے آج اغیار کے قبضے میں ہیں آہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیسی کیسی ارضی نعمتیں نکل گئیں ۱۳؎"۔

اسی طرح جزیرہ پیرم سے گزرتے ہوئے وہاں کے روشن اور دل کش مناظر ان کے دل میں احساس مسرت پیدا نہیں کرتے۔ دوسرے مسافر ان روشنیوں کو دو گھنٹے تک چشم تماشا سے دیکھتے رہتے ہیں لیکن مہر صاحب کہتے ہیں:

> "پیرم کی روشنیاں تقریباً دو گھنٹے تک بے انتہا دل کش منظر پیش کرتی رہیں اور اکثر حاجی ڈیک پر کھڑے ان کا تماشا دیکھتے رہے۔ لیکن میرے لیے یہ روشنیاں اسلامی حکمرانی اور فرماں روائی کے زوال پر آتش آنسودی کی حیثیت رکھتی ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے رات طبیعت بہت مکدر ہوئی"۔ ۱۴

اس ناسٹیلجیا کا دوسرا پہلو مہر صاحب کا تاریخ اسلام کے بعض پہلوؤں کی طرف رجوع کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ فاتح اندلس طارق بن زیادؒ کا بربر الاصل ہونا۔ موسیٰ کا اسے تحقیق احوال کے لیے اندلس بھیجنا اور اس کی طرف سے حالات سازگار پا کر فتوحات کا سلسلہ شروع کر دینا اس پر موسیٰ کا عالم ناراضگی میں 'ہسپانیہ پہنچنا اور طارق پر تازیانے برسانا۔۔۔ اور بالآخر دونوں کا دمشق میں عالم گم نامی میں انتقال وغیرہ اسی طرح چھٹی صدی ہجری کے ایک گمراہ گروہ قرامطہ کا تذکرہ جس نے بزعم خویش حدیثیں گھڑنے کی روش اختیار کی نہ صرف یہ بلکہ اپنے عہد حکومت میں حج کو روکنے کی بھی کوشش کی اور طاہر قرمطی نے صرف ایک حج کے موقع پر تیس ہزار فرزندان توحید کو حرم میں شہید اور زم زم کو لاشوں سے بھر دیا اور حجر اسود کو اکھاڑ دیا۔ ۱۵ وغیرہ واقعات مہر صاحب کی چشم تخیل سے گزرتے ہیں۔ تاریخ کے متضاد اور متفاوت حالات و واقعات زمانے کی ادلتی بدلتی قدریں اور روایات لیکن حج بیت اللہ کی عبادت کا اسی طرح قائم رہنا' فرزندان توحید کی طرف سے کبھی طواف بیت اللہ کے تسلسل کو ٹوٹنے نہ دینا اور عالم اسلام کے لیے بیت اللہ کی مرکزیت ایسی حقیقتیں ہیں جو ہر افسردگی پر غلبہ پالیتی ہیں۔ اور مہر صاحب کہتے ہیں:

حجاز ریویرا نہیں کشمیر نہیں لوزان نہیں کہ لوگ سیر و تفریح کے لیے خود بخود کھنچے آئیں بلکہ ہر اعتبار سے تکالیف و مصائب کا مرقع پیش کرتا ہے۔ گرمی بے پناہ' تمازت آفتاب جسم سوز' پانی کم یاب' سبزی و روئیدگی ناپید' درخت مفقود' جسمانی آسائش و راحت کے سامان بے حد قلیل لیکن اسلام کے حلقہ بہ گوش اپنی راحت و آسائش کی زندگیاں چھوڑ کر جماعتوں اور قافلوں کی صورت ادھر جا رہے ہیں ۱۶۔"

اسلام کو دنیا میں آئے ڈیڑھ ہزار سال ہونے کو آئے لیکن کی مرکزیت اور عالم اسلام کے ہر ہر فرد کی بیت اللہ سے محبت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ مسافر نے اگر کسی ملک کو پہلے بھی دیکھا ہو تو وہ دوسرے سفر میں ہر منظر کا گزشتہ نظارے سے تقابل کرتا رہتا ہے مہر صاحب کا سفر حجاز' اولین سفر حجاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں تھا جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں بہت کم پہلے سفر سے تقابل کا جذبہ ابھرا ہے۔ سوائے جہاز کے مسافروں اور سامان میں ۱۷۔۲۰ر مئی ۱۹۳۰ء کو ساحل جدہ پر قدم رکھتے طواف اولیں کے وقت یہاں سے پہلی بار جدا ہونے کی تاریخ کے تذکرے میں جدہ سے روانگی کے سفر میں، سڑکوں کی حالت کے تقابل میں اور ایک آدھ غیر اہم حوالے کے اور کہیں انہوں نے اپنے پہلے سفر کا موجودہ سفر سے تقابل نہیں کیا۔ اس سے ان کی شخصیت کے مستحکم ہونے اور اپنے خیالات پر قابو رکھنے کا سراغ ملتا ہے۔

خالص ادائے فریضۂ حج کے حالات اور ۸ر جولائی ۱۹۳۰ء کی اقساط میں اور "سفر نامۂ حجاز" کے باب ششم کے چودہ صفحات میں بیان ہوئے ہیں اس میں زیادہ تر تو مقامات اور وہاں پہنچنے اور کوچ کرنے کے اوقات کا تذکرہ ہے لیکن اس روداد کا اہم حصہ وہ ہے۔ جہاں مہر صاحب مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے (جو وقت حجاز میں مقیم ہیں) معارف حج سمجھتے دکھائی دیتے ہیں مولانا سندھی کہتے ہیں:

> "عرفات کے اجتماع کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ امت کے تمام سپاہی ایک وردی پہن کر آئیں اس کے بعد منزل بہ منزل کوچ ہوتا ہے مثلاً عرفات سے مزدلفہ، مزدلفہ سے منیٰ چونکہ فوج بہت بڑی ہو جاتی ہے اس لیے منزل کم رکھی ہے یعنی عرفات سے مزدلفہ چار میل مزدلفہ سے منیٰ تین ساڑھے تین میل، منیٰ پہنچ کر قربانی کی جاتی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ امت کا ہر سپاہی سمجھ لے کہ اسے کیا کرنا ہے جس طرح وہ قربانی کے جانور کا خون بہاتا ہے اسی طرح اسے اپنا خون خدا کی راہ میں بہانے کے لیے تیار ہو جانا چاہئے۔"

اس سفر نامے میں مولانا سندھیؒ سے متعدد مقامات پر مہر صاحب استفادہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جبل نور اور غار حرا کی زیارت کے دوران مہر صاحب کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں حضور ﷺ نے قبل از بعثت اس پہاڑی کو عبادت و ریاضات کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ جس پر چڑھنا بھی اور اترنا بھی دشوار ہے۔ مہر صاحب اس سفر میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ (اور ایک دوست) کے ہمراہ جبل ابو قبیس پر جاتے ہیں تو یہ سوال حل ہو جاتا ہے۔ کہ جبل ابو قبیس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھڑے ہو کر گردو پیش پر نظر ڈالی جائے تو جبل نور جس قدر نمایاں اور نظر میں کھبتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ مولانا سندھیؒ کہتے ہیں کہ ابتدائی زمانے میں یہ جبل بوقبیس ہی سے نہیں بلکہ مردہ سے بھی نظر آتی ہوگی اور اس کے ساتھ یقیناً بہت سی خاص چیزیں وابستہ ہیں جو کسی دوسری پہاڑی کے ساتھ وابستہ نہیں ۲۳ؔ"

یوں تو اس سفر نامے میں متعدد شخصیات کا تذکرہ ہے لیکن دو شخصیات بطور خاص اہم ہیں۔ ایک تو مولانا عبید اللہ سندھیؒ جو اس زمانے میں حجاز میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے اور جن سے مہر صاحب کی تقریباً روزانہ ملاقات رہی۔ دوسرے مصنف رحمۃ اللعالمین مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ جو سفر حج کی سعادت کے لیے حجاز آئے ہوئے تھے۔

قاضی صاسب کا اولین تذکرہ ۱۵ر جون ۱۹۳۰ء کی قسط اور سفر نامۂ حجاز کے باب سوم میں پہلی بار ملتا ہے ۲۴ؔ اس مقام پر مہر صاحب کو قاضی صاحب کی حج کے لیے آمد کا پتہ چلتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی طبیعت ناساز ہے چنانچہ سرزمین حجاز میں مہر صاحب کی قاضی صاحب سے پہلی ملاقات عیادت کی تقریب ہی سے ہوتی ہے بعد ازاں قاضی صاحب جو دوسری مرتبہ حج کے لیے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مہر صاحب کو اپنی مشہور تصنیف رحمۃ اللعالمین کی تیسری جلد کا مسودہ دکھاتے ہیں اور اس کی اشاعت کی بابت گفت و شنید ہوتی ہے۔ پھر قاضی صاحب کا تفصیلی تذکرہ آخری باب (۲۳ر جولائی ۱۹۳۰ء کی قسط) میں ہے جس کا عنوان ہی "مصنف رحمۃ اللعالمین آغوش رحمت میں" ہے۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری صاحب نے پہلا سفر حج ۱۹۲۱ء / ۱۳۳۹ھ میں کیا تھا جس کی روداد انہوں نے "سفر نامہ حجاز موسوم بہ الھادالٰی سبیل الرشاد" کے عنوان سے لکھ کر شائع کر دی تھی۔ اس سفر میں ان کے تین رفقائے سفر دوران سفر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ۲۴ؔ۔ زیر تذکرہ سفر' قاضی صاحب کا دوسرا سفر حجاز تھا جس میں وہ خود '۳۰ر مئی ۱۹۳۰ء کو حج بیت اللہ کی سعادت سے دوسری بار بہرہ ور ہونے کے بعد واپسی کے سفر میں' بحری جہاز ہی میں اپنے رب کے حضور جا پہنچے۔ قاضی صاحب کی علالت اور آخری لحات کی دل دکھا دینے والی روداد مہر صاحب نے تفصیل سے قلمبند کی ہے ... بھی ... منظر ہے جب نماز جنازہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد قاضی صاحب کے جسدِ خاکی کو ’خود قاضی صاحب کے الفاظ میں "ماء طہور کی لحد میں چھوڑ دیا گیا۔ ۲۵؎

بحری جہاز والوں کے پاس کینوس کا ایک بڑا ٹکڑا ہوتا ہے جس کے دونوں بازوؤں پر رسے بندھے ہوتے ہیں اس کینوس میں رکھ کر میت کو جہاز سے نیچے اتارتے ہیں جب میت سطح آب کے قریب پہنچ جاتی ہے تو بیرونی ڈنڈے کے دونوں رسے ڈھیلے چھوڑ دیے جاتے ہیں اور میت پانی میں اتر جاتی ہے حضرت قاضی صاحب کے جسدِ خاکی کے ساتھ لوہے کا ایک وزنی ٹکڑا باندھ کر انہیں مذکورہ بالا طریقے سے سطح آب پر اتار اگیا اور دو منٹ کے بعد باہر کے رسے ڈھیلے کر دیے گئے۔ میت کینوس سے الگ ہو گئی اور طرفۃ العین میں علم و تقویٰ کا پیکر مقدس بحیرۂ قلزم کی موجوں کا دامن اوڑھ کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا ۲۶؎

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

کوئی سپردِ آب ہوتا ہے کوئی سپردِ خاک اور کوئی سپردِ باد یہ ہر نوع ہر مسافر حیات کی آخری منزل یہی ہے اور حج کا سفر اسی منزل تک بسلامت پہنچنے کا ایک تربیتی عمل‘ مہر صاحب کا یہ تربیتی عمل‘ یہاں پہنچ کر اختتام پزیر ہو جاتا ہے۔ اس سفر نامے کے بارے میں ہم مہر صاحب کے دوست عبدالمجید سالک کی طرح نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ "محض اس کو پڑھ کر انسان حاجی ہو جاتا ہے گو دنیا اسے حاجی نہ کہے۔ ۲۷؎ اور نہ ہی مولانا کے سوانح نگار ڈاکٹر شفیق احمد کی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں "کوئی خاص بات نظر نہیں آتی" ۲۸؎ بلکہ ہمارے خیال میں مہر صاحب کا یہ سفر نامہ قریباً ستر برس قبل کے حجاز کے ماحول و معاشرت کو سمجھنے ’غلام ہندوستان کے مسافرانِ حجاز کے شوق و لگن اور دشواریوں کو جانچنے‘ مسافرِ حجاز غلام رسول مہرؔ کے دینی معاشرتی اور نفسی رویوں اور رجحانات سے آشنائی کے لیے ایک مفید دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات و حواشی

۱۔ روزنامہ زمیندار لاہور ۲۶ را کتوبر ۱۹۲۵م بحوالہ ڈاکٹر شفیق احمد : مولانا غلام رسول مہر، حیات اور کارنامے لاہور : مجلس ترقی ادب ۱۹۸۸م ص ۸۷

۲۔ روزنامہ انقلاب لاہور ۱۴ر جون ۱۹۳۰م

بحوالہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری (مرتب) سفرنامۂ حجاز از مولانا غلام رسول مہر کراچی : مکتبہ اسلوب ۱۹۸۴م ص ۴۲.

۳۔ شفیق احمد ڈاکٹر، مولانا غلام رسول مہر حیات اور کارنامے، ص ۸۷

۴۔ مہر، غلام رسول، مولانا، سفرنامۂ حجاز مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری ص ۲۲، ۲۳

۵۔ ایضاً، ص ۲۳.

۶۔ ایضاً، ص ۲۲.

۷۔ ایضاً، ص ۲۹.

۸۔ ایضاً، ص ۸۴.

۹۔ ایضاً، ص ۲۸.

۱۰۔ ایضاً، ص ۶۵.

۱۱۔ ایضاً، ص ۹۹.

۱۲۔ اکبر حسین قریشی، ڈاکٹر : مطالعۂ تلمیحات و اشارات اقبال، لاہور : اقبال اکیڈمی پاکستان ۱۹۸۶م / ص ۳۲۳، ۳۲۴

۱۳۔ مہر، غلام رسول مہر : سفرنامۂ حجاز، محولہ بالا، ص ۳۰.

۱۴۔ ایضاً، ص ۳۱.

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۷.

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۸.

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۸.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۸۔ ایضاً ، ص ۴۶.

۱۹۔ ایضاً ، ص ۴۲.

۲۰۔ ایضاً ، ص ۴۵.

۲۱۔ ایضاً ، ص ۸۱.

۲۲۔ ایضاً ، ص ۵۵.

۲۳۔ ایضاً ، ص ۴۸.

۲۴۔ سلیمان سلمان منصور پوریؒ، قاضی محمد : سفرنامۂ حجاز موسوم بہ الهاد الیٰ سبیل الرشاد لاہور: کانشی رام پریس، ۱۹۲۴ء (صفحات ۲۹۶)

۲۵۔ یہ الفاظ قاضی صاحب مرحوم و مغفور نے اپنے اوّلین سفر حجاز کے سفرنامے میں اپنے رفیق سفر میجر رستم خان کی وفات کے حوالے سے لکھے ہیں جو دوران سفر میں بحری جہاز میں انتقال کر گئے تھے۔ یہی الفاظ حیران کن حد تک نو برس بعد خود قاضی صاحب پر صادق آئے اس سے بھی زیادہ موجب حیرت قاضی صاحب کے سفر حج سے متعلق ان کا اپنا ایک شعر ہے جس میں گویا ان کے سفر آخرت کی پیش گوئی پائی جاتی ہے ؎

نظر آتا نہیں قسمت میں مجھ کو لوٹ کر آنا
کہ اب عمر رواں آب رواں معلوم ہوتی ہے

(اس الہامی شعر کی طرف توجہ دلانے پر ہم محترم ڈاکٹر امین اللہ وثیر صاحب کے ممنون ہیں)

۲۶۔ مہر، غلام رسول : سفرنامہ حجاز محولہ بالا ، ص ۱۱۴.

۲۷۔ سالک، عبدالمجید : سرگزشت، لاہور : قومی کتب خانہ، ص ۲۷۷.

۲۸۔ شفیق احمد، ڈاکٹر : مولانا غلام رسول مہر۔ حیات اور کارنامے / محولہ بالا، ص ۲۳۷۔

© rasailojaraid.com